قسط ۱۹

# فہرست مخطوطات

## کتب خانہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

محمد طفیل

مخطوط نمبر ۴۷  داخلہ نمبر ۳۷۹۳

- نام کتاب: الامر الوافی والسر الکافی السر المخفی  فن علم الاعداد
- تقطیع:  سطر فی صفحہ ۲۰  حجم ۱۳ اوراق ۲۶ صفحات۔
- مصنف: عبداللہ بن العرذز المراکشی السنوسی القریشی۔
- سن تالیف: معلوم نہیں۔
- کاتب: ابراھیم منیب بن حسین بن دمیر کاشف۔
- سن کتابت: ۷ رمضان ۱۳۴۳ھ، یکم اپریل ۱۹۲۵ افرنگی۔
- خط رُقعیہ  روشنائی معمولی صمغ دودی  عنوانات سرخ
- کاغذ معمولی مشینی۔  زبان عربی نثر

ابتداء:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا طیبًا مبارکا۔ ولعد فہذہ رسالۃ "الامر الوافی والسر الکافی للسر المخفی" للعبد الفقیر الی ربہ القادر عبداللہ بن عزوز المراکشی والسنوسی اصلاً ثم القرشی کان اللہ لہٗ آمین۔

انتہاء:

وکان الفراغ من کتابتہ بقلم الفقیر الی ربہ المجیب ابراھیم منیب بن حسین بن دمیر کاشف فی اوّل ابریل ۱۹۲۵ء افرنگیۃ۔

مذکورہ بالا داخلہ نمبر میں چھ کتابیں شامل ہیں۔ جن کا تعارف علیحدہ علیحدہ پیش کیا جاتا ہے:

مخطوطہ نمبر ۴۷/۱

رمل، جفر، تکسیر، ہیمیا، سیمیا، طلسمات، قیافہ، عیافہ، نجوم وغیرہ کی طرح علم نیرنجات کی ایک فرع "علم الاعداد" بھی ہے۔ یہ علم اس تصور پر قائم ہے کہ اعداد خود اپنے اثرات رکھتے ہیں۔ اور اعداد کے مابین نسبت و تعلق بھی ہوتا ہے۔ اس تصور کی بناء پر علم الاعداد میں علم الوفق، علم النقص، اعداد متحابّہ اور اعداد متباغضہ کے الگ الگ فنون پیدا ہو گئے ہیں۔

یہ علم اور اس قسم کے دوسرے علوم اسلامی تمدن کی تاریخ میں "علوم الاوائل" کہلاتے ہیں۔ مسلمانوں نے علوم الاوائل ابتداءً زیادہ تر شام کے یہودی اور کچھ نصرانی علماء سے حاصل کئے تھے۔ اس کے بعد جب مسلمانوں نے اپنے طور پر ایسے علوم کو ترقی دی تو ہندوستان و چین کے کارناموں سے بھی انہوں نے استفادہ کیا۔ آرمینیہ کے یہودی پیشہ ور تعویذ فروش تھے۔ اور تعویذ کا فن جانتے تھے۔

ویسے تو تعویذوں کی خانہ پُری اور اعداد سے کام لینے کا رواج سبھی جگہ تھوڑا بہت اب بھی موجود ہے۔ لیکن شمالی اور وسطی افریقہ کے ممالک میں اس پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور علم الاعداد پر اچھا خاصا ادب جمع ہو گیا، جن میں سے شیخ البونی المغربی المتوفی ۶۲۲ھ کی تصنیف "شمس المعارف الکبریٰ" بہت مشہور ہے۔ اور غالباً شیخ الاجلونی کی تصنیفات کو بھی کچھ کم اہمیت حاصل نہیں۔

اسی طرح کے علوم میں سے ایک علم "علم الحروف والاسماء" کہلاتا ہے۔ جس طرح علم الاعداد میں اعداد کے خواص اور ان کے اثرات سے بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح علم الحروف والاسماء میں مفرد و مرکب حروف اور ان کے اثرات سے بحث ہوتی ہے۔

علم الاسماء میں اسی طرح کے اثرات اور غیبی تصرفات، انکشافات اسماء سے منسوب ہوتے ہیں۔ علم الاسماء کی ایک شاخ ہے، جسے "علم اسماء اللّٰہ الحسنیٰ" کہا جاتا ہے۔ اس میں دوسرے تمام اسماء کو چھوڑ کر اللہ جل جلالہٗ کے ننانوے اسماء الحسنیٰ سے بحث ہوتی ہے۔ اس فن میں مُوکلین مثلاً طحطائیل و دردائیل یا ارواحِ غیبیہ مثلاً کملا شملا وغیرہ سے استمداد نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ صرف اسماء اللہ الحسنیٰ تک محدود عمل ہوتا ہے۔ دوسرے کسی اسم میں اثر کو قبول نہیں کیا جاتا۔

زیر نظر مخطوطہ جو صرف ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ علم اسماء اللہ الحسنیٰ پر ہے۔ اس میں اسماء

(باقی صفحہ ۶۴۰ پر)

# انتقاد

## "اسلامی تحقیق کا مفہوم، مُدعا اور طریقِ کار"

مصنف: ڈاکٹر محمد رفیع الدین۔ ایم اے، پی ایچ ڈی۔ ڈی۔لٹ۔

ناشر: دارالاشاعت الاسلامیہ۔کوثر روڈ۔ سلام پورہ۔لاہور ۱۸۔

قیمت: اعلیٰ کاغذ ڈیڑھ روپیہ، اخباری کاغذ ایک روپیہ۔(یہی ہمارے پیشِ نظر ہے)۔

حجم: ۴۷ صفحات۔

یہ سینتالیس صفحات کا چھوٹا سا رسالہ دراصل ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کے اس انگریزی مقالہ کا اُردو ترجمہ ہے، جو اُنھوں نے پہلی آل پاکستان اورینٹیل کانفرنس منعقدہ لاہور دسمبر ۱۹۵۶ء میں پڑھا تھا۔جسے ادارۂ دعوت الحق کراچی نے شائع کیا تھا۔

ماہنامہ میثاق لاہور کے مدیر مسئول ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی درخواست پر ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے خود ہی اس مقالہ کو اُردو زبان میں ڈھالا اور اس میں جابجا توضیحی اضافے بھی کئے۔ یہ اردو ترجمہ ماہنامہ میثاق میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔دارالاشاعۃ الاسلامیہ نے اسلامی تحقیق سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس مقالہ کو کتابچہ کی شکل میں اپریل ۱۹۶۹ء میں شائع کر دیا۔سرورق پر "لیحق الحق ویبطل الباطل" (تاکہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو) کا طغرا اعلیٰ مقصد کا غماز ہے۔

مرحوم ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب اسلامی حلقوں میں کسی تعریف کے محتاج نہیں۔جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام سے متعارف کرانے میں ڈاکٹر صاحب کا بڑا حصہ ہے۔انھیں قرآن حکیم سے والہانہ محبت ہے۔مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ان کا پسندیدہ موضوع اور ہمارے قومی شاعر اقبالؔ کا مطالعہ ان کا حاصلِ زندگی ہے۔اس وقت تک بہت سے مضامین اور مقالوں کے علاوہ مرحوم کی متعدد کتابیں اُردو اور انگریزی زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔

ذہنی ارتقاء اور زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے تحت ہر مذہب کے ماننے والوں کو اس کی ایسی تحقیق اور تشریح کی ضرورت رہتی ہے۔جو ایک طرف تو اس کے پیروؤں کو ہر دور میں مطمئن کر سکے، اور

دوسری طرف وہ مذہب دوسروں کے لئے کشش اور دلچسپی کا موجب بن کر قابلِ قبول ہو سکے۔ اس اصول کے پیشِ نظر مسلمانوں کا یہ اولین فریضہ ہے کہ اسلام کی ایسی تشریح و توضیح پیش کریں جو تحقیق کے موجودہ معیاروں پر پوری اُترے اور جدید ذہن اور نئے تقاضوں کے لئے قابلِ قبول ہو۔ ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے اس اہم اور ہمہ گیر اسلامی ضرورت کو نہ صرف شدت سے محسوس کیا، بلکہ پاکستان میں ہونے والی پہلی بین الاقوامی کانفرنس میں ایسا پُر مغز مقالہ پیش کیا۔ جو ایک طرف تو اسلامی تحقیق کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اور دوسری جانب اس اہم اور مشکل ترین موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔

زیرِ تبصرہ مقالہ پینتیس (۳۵) ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔ جن میں سے چیدہ چیدہ عنوانات یہ ہیں:

• اسلامی تحقیق کا معنی • اسلامی تحقیق کے وظائف • مستشرقی تحقیق • مستشرقی تحقیق اسلامی تحقیق نہیں • دورِ حاضر میں اسلام کو حکیمانہ افکار کا چیلنج • مسلمانوں سے عصر جدید کے انسان کا مطالبہ • ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں کے سامنے کرنے کا کام • میکانکی اسلامی تحقیق کا کام۔ • اسلامی تحقیق کے فن کی تعلیم اور تربیت ضروری ہے۔ وغیرہ وغیرہ......

ڈاکٹر صاحب اپنے مقالہ کے آغاز ہی میں لکھتے ہیں: "اسلامی تحقیق کی تعریف اس طرح سے کرنی چاہیئے کہ اسلامی تحقیق وہ تحقیق ہے جس کا موضوع ہماری ان مقدس کتابوں (قرآن و حدیث) کے مشتملات ہوں۔ اور جس کا مقصد یہ ہو کہ ان مشتملات کو لوگوں کے لئے زیادہ قابلِ فہم بنایا جائے۔" (ص ۵)

ڈاکٹر صاحب کے خیال میں اسلامی تحقیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کی مقدس کتابوں کے مشتملات کو لوگوں کے لئے زیادہ قابلِ فہم بنایا جائے اور بس۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے مشتملات کو قابلِ فہم بنانے کے لئے کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ قرآن و حدیث کو ان کی اصل شکل میں سمجھانا زیادہ آسان اور ضروری ہے۔ اس میں انسانی ذہنی اپج اور دماغی کاوش نے داخل ہو کر اسلام کی تعلیم کو ایک معمہ بنا دیا ہے۔ ہماری رائے میں تو اسلامی تحقیق کی ضرورت ہی آج اس لئے پیش آرہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں، اپنی اصل صورت میں پیش کرنے کی بجائے تفسیروں، حدیث کی شرحوں، فقہ کی کتابوں، علم کلام کے مناظروں، تصوّف کی مغلق اصطلاحوں، منطقی موشگافیوں اور فلسفیانہ گورکھ دھندوں کے ذریعے سمجھایا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اُمت کو اُمتِ واحدہ

اور بنیان مرصوص بنایا تھا وہ ان گنت گروہوں میں تقسیم ہو گئی، اور ہر گروہ آج حق کا دعوے دار اور اسلام کا ٹھیکیدار ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے خود یہ سوال اُٹھایا ہے۔ فرماتے ہیں:

"کیا یہ بات صحیح نہیں کہ قرآن و حدیث دونوں مل کر انسانی افراد کے اعتقاد و عمل کی رہنمائی کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ - کیا قرآن و حدیث نے پہلے ہی ضروری حد تک اپنے مطالب کی وضاحت نہیں کر دی؟ - کیا ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم خدا کی وحی کے فرامین اور خدا کے رسولؐ کے ارشادات میں ایک بحر اپنی طرف سے بھی لگائیں - اور ان میں اپنی انسانی سمجھ بوجھ اور انسانی عقل و فراست کی بنا پر بھی کچھ باتوں کا اضافہ کریں، تاکہ وہ زیادہ قابلِ فہم اور زیادہ مفید بن جائیں۔" (ص ۱۳-۱۴)

یہ سوال اُٹھا کر ڈاکٹر صاحب نے درحقیقت وحی آسمانی اور انسانی عقل کے درمیان اٹوٹ رشتہ کو واضح کرنا چاہا ہے۔ اور اس کا جواب ڈاکٹر صاحب نے بڑے فلسفیانہ انداز میں دیا ہے (ص ۱۴-۱۵)۔ اس جواب سے اسلام میں عقل کے کردار پر ضرور روشنی پڑتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید کو عقلی موشگافیوں سے اور پیچیدہ بنا دیا جائے۔

وحی کے سمجھنے کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے جو نکتے بیان کئے ہیں وہ لائقِ تحسین ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ وحی کو انسانی عقلی معیار کے مطابق ہی سمجھا جا سکتا ہے --- اور عقلی معیار زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے وحی کی عقلی توضیح میں تبدیلی بھی ناگزیر ہوگی۔

ہم اسلامی علوم و فنون کے مخالف نہیں۔ یہ علوم و فنون درحقیقت اسلامی تعلیمات کو آسان اور قابلِ فہم بنانے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی حقیقت ایک مقصد تک پہنچنے کے لئے ذرائع، آلات اور اسباب کی سی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ان علوم و فنون نے خود "مقصد" کی جگہ لے لی۔ اور یہ علوم و فنون اسلام کی سیدھی سادی زندگی، اور تعلیمات کے سمجھنے میں خود سدِراہ بن گئے۔ اسلامی تاریخ کو درحقیقت آج اسلام کہا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں دورِ حاضر میں اسلامی تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ اسلام پر جو جماعتوں، گروہوں، فرقوں، مذاہب اور نظریاتی تعصبات کے پردے یا بقول مولانا حالیؒ اسلام پر جو بے شمار "ردے" چڑھے ہوئے ہیں (دیکھئے مقالاتِ حالی) تحقیق کے ذریعہ ان سب کو ہٹا کر اسلام کے روشن چہرہ کو عیاں کرنے کی کوشش کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو جس شکل میں پیش کیا تھا اس کو اجاگر کرنے کا نام اسلامی تحقیق ہے۔

اور یہ سب تاریخ کا پردہ چاک کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اسلامی تحقیق کے سلسلہ میں تاریخی تحقیق کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

اسی صفحہ پر مصنف نے یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ہمیں صرف مسلمانوں کی تحقیق کو اپنانا چاہیئے اور غیر مسلموں کی تحقیق کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس کی دلیل مصنف نے (ص ۵ پر) یہ دی ہے:

"چونکہ یہودی عیسائی مستشرقین نعمتِ ایمان سے بے نصیب ہونے کی وجہ سے ہماری مقدس کتابوں کو مقدس کتابوں کی حیثیت سے نہیں سمجھ سکتے۔"

آگے چل کر (ص ۹ پر) لکھتے ہیں:

"ان مستشرقین کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بالعموم ایک شدید قسم کا تعصب موجود ہوتا ہے۔"

اس سارے بیان سے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مستشرقین نے اسلام کے مختلف موضوعات پر جو تحقیق کر کے نتائج اخذ کئے ہیں وہ ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں۔ ان کے نزدیک اس کے دو اسباب ہیں۔ اوّل نعمتِ ایمان سے محرومی۔ دوم مسلمانوں کے خلاف تعصب۔"

اس سلسلہ میں بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ اوّلاً یہ کہ حق کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی خاص وقت یا خاص شخص یا قوم کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ حق ہر وقت ہر حالت میں اور ہر فرد و ملت کے لئے حق ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام اور اس کے اصول و ضوابط اگر سچے اور حق ہیں تو انھیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں جھٹلا سکتی۔ لہٰذا اسلامی حقائق کو مستشرقین جھٹلا ہی نہیں سکتے۔

ثانیاً یہ کہ نعمت ایمان سے محرومی انھیں تقدس کتب سے مانع ہے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ ہم خود اپنے عقیدہ کو الگ کر کے حقائق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ عقیدہ خود اپنی جگہ ایک ایسا تعصب ہے۔ جو تمام حقائق سے انسان کو بے بہرہ کر دیتا ہے۔ حق معلوم کرنے کے لئے ہمیں خود بھی بے تعصبی کا ثبوت دینا ہوگا۔

پھر مستشرقین پر یہ اعتراض کہ وہ متعصب ہوتے ہیں۔ خود ڈاکٹر صاحب کی عبارت کی روشنی میں محلِ نظر ہے۔ کیونکہ لفظ "بالعموم" بتاتا ہے کہ ان میں ہی کچھ ایسے افراد ضرور موجود ہوتے ہیں جو بقول مصنف متعصب نہیں ہوتے۔ پھر سوال یہ ہے کہ ہم نے یقینی طور پر یہ کہاں سے معلوم کیا کہ ان کی ساری تحقیقی کاوشیں

تعصب پر مبنی اور اسلام کو جھٹلانے کے لئے ہوتی ہیں۔ہم یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کے سامنے بین الاقوامی تحقیقی اصول ہوتے ہیں جن کی روشنی میں وہ اسلامی تاریخ کو جانچتے ہیں۔اور جو بات کہتے ہیں معقول علمی دلائل کے ساتھ کہتے ہیں۔ان کی علمی خدمات اور تحقیقات کا جواب ان کو محض "متعصب" کہہ کر نہیں دیا جا سکتا۔بلکہ دلیل کے جواب میں ہمیں بھی دلیل پیش کرنا ہوگی۔اور دلیل بھی ویسی ہی معقول، علمی اور وزنی۔لیہلک من هلك عن بينة ويحيى من حيّ عن بينة۔صرف جذباتی دلائل اور عقیدت مندی اسلامی تحقیق کے لئے کافی نہیں۔اسلامی تحقیق درحقیقت مسلمانوں کا اپنا ذاتی محاسبہ ہے، جس میں انہیں عقیدہ کی سخت گیری اور مذہبی تعصب سے الگ ہونا پڑے گا۔اسلام اگر دینِ حق ہے تو اس کی حقانیت کو تعصب کے بغیر، بے لوث علمی تحقیق کے ذریعہ بھی اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

زیرِ تبصرہ مقالہ انگریزی ہی میں سوچا گیا ہے، اور اسی میں لکھا گیا ہے۔اور بعد میں اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے، اس لئے جا بجا زبان کی خامیاں کھٹکتی ہیں، ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے مقالہ نہایت علمی، پُر مغز اور فکر انگیز ہے اور اس کے ذریعہ مصنف نے وقت کی اہم ترین ضرورت کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے۔

ایسے مفید اور علمی کتابچے شائع کرنے پر ادارہ دار الاشاعت الاسلامیہ قابلِ تحسین ہے۔

(احمد حسن)

---

## بقیہ : فہرست مخطوطات

کے اثرات، ان کے حروف کے اثرات، عدد جداول، تلخیص ابجدی اور تولید الحروف والاعداد پر بحث کی گئی ہے۔ دوازدہ بروج سے حروف الاعداد کی نسبتوں کو بتایا گیا ہے۔حروف حارّہ و باردہ کو الگ الگ دکھایا گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مصنف کے متعلق کچھ معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔مگر طرزِ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مصنف زندہ تھے۔ واللّٰہ اعلم۔

زیرِ نظر نسخہ اچھی حالت میں ہے۔آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔اور ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو اس فن سے دلچسپی رکھتے ہوں۔